لغات و اعراب قرآن (۴)
پروفیسر حافظ احمد یار

سُورۃُ الفَاتحۃ

(۲)

۱:۲ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲﴾

۱:۲:۱ (۱) [اَلْحَمْدُ] کا مادہ "ح م د" اور وزن "فَعْلٌ" ہے۔ اَلْ (لام تعریف) داخل ہونے کی وجہ سے "حَمْدٌ" کی دال پر تنوین (ـٌـ) کی بجائے صرف ضمہ (ـُـ) رہ گیا ہے۔

اس مادہ سے فعل ثلاثی مجرد حَمِدَ يَحْمَدُ حَمْدًا (باب سمع سے) ہمیشہ متعدی اور بغیر صلہ کے آتا ہے یعنی حَمِدَهٗ يَحْمَدُهٗ کہتے ہیں (مفعول بنفسہ کے ساتھ) اور اکثر "کسی کی تعریف کرنا" یا "کسی کی خوبیاں بیان کرنا" کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے اور باب نصر سے بمعنی "کسی کا شکر ادا کرنا" بھی آتا ہے۔ لفظ "حَمْدٌ" اس فعل ثلاثی مجرد کے بہت سے مصدروں میں سے ایک مصدر ہے۔

● عربی زبان میں "تعریف" (PRAISE) کے ہم معنی یا قریب المعنی متعدد الفاظ ہیں۔ مثلاً حمد، مدح، ثناء، شکر وغیرہ جن کے باہمی لغوی فرق کو سمجھنے کے لئے لغت یا تفسیر کی کسی اچھی کتاب کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔ مختصراً یوں کہہ سکتے ہیں کہ:-

۱۔ مدح اختیاری اور غیر اختیاری تمام امور میں کی جا سکتی ہے۔ مثلاً کسی کے حسن و جمال کی مدح یا اس کے علم اور سخاوت کی مدح ـــــ جب کہ حمد صرف اختیاری امور میں ہوتی ہے مثلاً کسی کے علم یا بہادری کی حمد ہو سکتی ہے حُسن و جمال کی نہیں۔

© rasailojaraid

۲۔ گویا حمد، مدح سے خاص ہے۔ یا یوں سمجھئے کہ ہر حمد مدح ہے مگر ہر مدح حمد نہیں ہو سکتی۔

۳۔ اسی طرح کہا گیا ہے کہ حمد (یا مدح) کے لئے زبان کا استعمال ضروری ہے، جب کہ "شکر" صرف دل میں بھی ادا ہو سکتا ہے۔ ——— اسی طرح ہر شکر حمد ہے مگر ہر حمد شکر نہیں ہوتی۔ وغیرہ۔

قرآن کریم میں اس مادہ (ح م د) سے فعل ثلاثی مجرد سے فعل (بصیغۂ مضارع مجہول) تو صرف ایک جگہ (آل عمران: ۱۸۸) آیا ہے تاہم اس کے دیگر مصادر اور مشتقات ۶۷ جگہ آئے ہیں۔ ان کا بیان اپنی جگہ آئے گا۔

۱:۲:۱(۲) [لِلّٰهِ] = لِ + اللّٰہ۔ یعنی اس کے شروع میں لام الجرّ ہے۔

- اس "لِ" (لام الجرّ) کے بھی، بعض دوسرے حروف جارہ کی طرح [جیسا کہ آپ نے ابھی — پچھلی قسط میں — "مِنْ" اور "بِ" (باء) کے بارے میں — "استعاذہ" اور "بسم اللہ" کی بحث میں پڑھا ہے] متعدد معنی ہیں۔ مثلاً موقع استعمال کے لحاظ سے اس کے اردو میں یوں معنی ہو سکتے ہیں (۱) ..... کے لئے (۲) ..... کی وجہ سے (۳) ..... کا (حق) (۴) ..... کی (ملکیت) (۵) ..... کو، یا ..... ہی کو (۶) ..... کا ہے (۷) ..... کے بعد سے وغیرہ۔ کثیر الاستعمال معنی یہی ہیں[1]
- لام الجر مختلف افعال کے ساتھ بطور صلہ کے بھی آتا ہے اور ان کو مخصوص اور متعدد معنی دیتا ہے۔
- کبھی کبھی لام الجر (لِ) بعض دوسرے حروف الجر خصوصاً اِلٰی، علٰی، عن،

---

[1] نحو کی بڑی کتابوں اور بڑی ڈکشنریوں میں اس (بِ) کے تیس تک مواقع استعمال مذکور ہوئے ہیں۔ مثلاً دیکھئے معجم النحو ص ۳۰۴ یا مدّ القاموس تحت مادہ "ل"

© rasailojaraid
© rasailojaraid

فی ، مَعَ اور مِنْ کے معنوں میں بھی آتا ہے۔ حروف جارہ کے اس باہم ایک دوسرے کی جگہ اور معنوں میں استعمال کو "تناوب حروف الجر" کہتے ہیں یعنی حروف الجرّ کا باہم ایک دوسرے کی نیابت کرنا۔

- "لام" بطور جار کسی اسم سے پہلے آئے یا بطور صلہ کسی فعل کے بعد ــــ تو یہ ہمیشہ مکسورہ (لِ) ہوتی ہے۔ البتہ ضمائر کے شروع میں ــــ ماسوائے ضمیر واحد متکلّم "ی" کے ــــ یہ ہمیشہ مفتوح آتی ہے۔
- لام مفتوحہ (لَ) کے اپنے مختلف معنی اور مواقع استعمال ہیں جن کا بیان اپنے موقع پر آئے گا۔
- اسی طرح ہر دو قسم کے "لام" (مفتوحہ اور مکسورہ) اَفعال کے شروع میں بھی آتے ہیں۔ اور مختلف معنی پیدا کرتے ہیں۔
- "لام" کے اس متنوّع استعمال کے بارے میں آپ عربی قواعد و گرامر کے مطالعہ کے دوران بہت سی چیزیں پڑھ بھی چکے ہوں گے۔ اور ہماری اس کتاب میں بھی یہ چیزیں اپنے اپنے موقع پر بیان ہوں گی۔
- اسم جلالت [اللہ] کی لغوی وضاحت پہلے ہو چکی ہے۔ دیکھئے <u>۱:۱:۱</u>

آیت زیر مطالعہ میں [لِلّٰہِ] کا اردو ترجمہ "اللہ کے لئے"، "اللہ کا حق"، "اللہ کو سزاوار یا زیبا" وغیرہ سے ہو سکتا ہے۔ البتہ بعض حضرات نے "اللہ ہی" کے ساتھ ترجمہ کیا ہے۔ یہ اُس صورت میں درست ہو گا جب "لِلّٰہِ الْحَمْدُ" کہا جائے۔ جیساکہ قرآن کریم میں متعدد جگہ یہ کلمہ مقدّم ہو کر آیا ہے۔

[رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ] میں دو کلمات ہیں "رَبِّ" اور "الْعٰلَمِین"۔ ہر دو کی الگ الگ لغوی وضاحت کی جاتی ہے۔

۱:۲:۱ (۳) ① "رَبٌّ" (جس کے "رَبِّ" کی صورت میں استعمال

© rasailojaraid

ہونے کی وجہ الاعراب [۱ : ۲ : ۲] میں آئے گی) ۔ کا مادہ "ر ب ب"، وزنِ اصلی "فَعْلٌ" اور شکلِ اصلی "رَبْبٌ" ہے۔

اس مادّہ سے فعل ثلاثی مجرّد رَبَّ یَرُبُّ رَبًّا (باب نصر سے) ہمیشہ متعدّی اور صلہ کے بغیر آتا ہے یعنی "رَبَّہٗ" کہتے ہیں مفعول بنفسہٖ کے ساتھ اور اس کے دو معنی ہیں :

"(۱) کسی کا مالک ہونا"۔ "(۲) کسی کی پرورش کرنا"

● اس طرح لفظ "رَبٌّ" دراصل تو مصدر ہے مگر یہاں (آیت زیرِ مطالعہ میں) یہ صفت بمعنی اسم الفاعل آیا ہے۔ اور اس کی دو صورتیں ہیں :-

(ا) یا تو اصل اسم الفاعل [رَابٌّ] سے الف حذف کر دیا گیا ہے جیسے "بَارٌّ" سے "بَرٌّ" بنا لیا گیا ہے۔

(ب) اور یا پھر مصدر ہی بمعنی صفت آیا ہے۔ اس لئے کہ مبالغہ کے معنی پیدا کرنے کے لئے مصدر کو بطور صفت (بمعنی اسم الفاعل) بھی استعمال کرتے ہیں جیسے صِدقٌ = صادقٌ اور عَدْلٌ = عادلٌ وغیرہ[1]۔

● اس مادہ سے مزید فیہ کے بابِ تفعیل سے "رَبَّبَہٗ" اور "رَبَّاہُ" [جس میں آخری "ب" کو "ی" میں بدل لیا گیا اور عربی زبان میں فعلِ مضاعف کے دوسرے حرف کو حذف کر دینے یا تیسرے کو "ی" میں بدلنے کی کئی مثالیں خود قرآن کریم میں ہمارے سامنے آئیں گی] بھی "رَبَّہٗ" کے معنوں میں (کسی کا مالک ہونا یا کسی کی پرورش کرنا) استعمال ہوتے ہیں۔ اور اسی مادہ سے دو اور مصدر "رُبُوبِیَّۃ" اور "رِبَابَۃ" بمعنی "رب ہونا" بھی (ربّ کے دونوں مذکورہ بالا معنوں کے ساتھ) عربی میں استعمال ہوتے ہیں۔

● مذکورہ بالا فعل رَبّٰی یُرَبِّیْ تَرْبِیَۃً (بابِ تفعیل) [جس کی اصل "ربب" کے

---

[1] الکشّاف ج ۱ ص ۵۳ ۔ الدرویش ج ۱ ص ۱۳

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

علاوہ " ربوۃ" بھی ہو سکتی ہے] اسے صرف دو صیغے قرآن کریم میں استعمال ہوئے ہیں (الاسراء : ۲۴ اور الشعراء : ۱۸) ۔ فعل " رَبَّ " (ثلاثی مجرد) یا " رَبَّبَ " (تفعیل کی اصل شکل آخری " ب " کو " ی " میں بدلے بغیر) سے کوئی صیغہ ــــ اور " ربوبیّۃ " یا " رِبَابۃ " کے الفاظ بھی قرآن کریم میں استعمال نہیں ہوئے ۔ البتہ لفظ " رَبٌّ " کے معنوں کے ساتھ ان کا تعلّق ضرور ہے ۔

● اس وجہ سے ہی " رب " کا ترجمہ اردو فارسی میں زیادہ تر " پروردگار " اور انگریزی میں (SUSTAINER) سے کیا جاتا ہے ۔ " مُرَبّی " (تفعیل سے اسمِ فاعل) اور " پالنے والا " کا مطلب بھی یہی ہے ۔ تاہم یہ لفظ غیر اللہ کے لئے بھی بولے جاتے ہیں جب کہ " پروردگار " اللہ تعالےٰ کے لئے مختص ہو کر لفظِ " ربّ " کا صحیح مترادف بن گیا ہے ۔ پنجابی (دراصل ہندی) کا " پالنہار " بھی اس کا قریب المعنی ہے ۔ " مالک " اور " صاحب " بھی مادہ " ربب " سے فعل ثلاثی مجرد کے پہلے معنی (مالک ہونا) کے مطابق درست ہے ۔ تاہم اس میں خالق و مخلوق کے اس تعلق کی طرف اشارہ نہیں پایا جاتا جو لفظ " پروردگار " سے ذہن میں آتا ہے ۔

● لفظ " رب " اب صرف اللہ تعالےٰ کے لئے استعمال ہوتا ہے ۔ خصوصاً جب یہ مطلقاً (اضافت وغیرہ کے بغیر) بولا جائے ــــ قرآن کریم میں صرف ایک دو جگہ یہ لفظ اپنے بنیادی لغوی معنی (آقا اور مالک) کے طور پر بھی استعمال ہوا ہے [مثلاً یوسف : ۲۳ ، ۴۲ اور ۵۰ میں] ۔ عام عربی میں بھی مضاف ہو کر یہ ان معنوں میں مستعمل ہے بلکہ اس سے مؤنث بھی بنا لیتے ہیں ۔ مثلاً " رَبُّ الدّار " (گھر کا مالک) اور " رَبَّۃُ البَیْتِ " (گھر کی مالکن) وغیرہ ــــ اور ان ہی معنوں کے لحاظ سے قرآن کریم میں چار جگہ اس لفظ (رب) کی جمع " ارباب " بھی استعمال ہوئی ہے[1] ۔ اور ظاہر ہے کہ اس صورت میں یہ معبودِ حقیقی کے لئے استعمال نہیں ہوئے اس استعمال کی وجہ اور اس کے معنی اپنی جگہ بیان ہوں گے ۔

---

[1] مواقع استعمال کے لئے دیکھئے المعجم المفہرس (فؤاد عبدالباقی) کلمات مادہ " ر ب ب " کے آخر پر ۔

© rasailojaraid.c

١:٢:١ (٤) ② [العلمین] یہ لفظ (بعام عربی املاء میں "العالمین" لکھا جاتا ہے) "عالَم" (لام مفتوحہ کے ساتھ) کی جمع سالم مذکر کی معرف باللام اور مجرور صورت ہے۔ اور "عالَم" کا مادّہ "ع ل م" اور وزن "فَاعَلٌ" (عین کی فتحہ کے ساتھ) ہے۔

● اس مادہ سے فعل ثلاثی مجرد عَلِمَ .... یَعلَمُ عِلْماً (باب سمع سے) بمعنی "....کو جاننا یا جان لینا" ہمیشہ متعدی اور اکثر بغیر صلہ کے، مگر کبھی کبھی باء (بِ) کے صلے کے ساتھ آتا ہے یعنی عَلِمَ (س) بہ = ...سے آگاہ ہونا۔ البتہ عَلَمَ .... یعلُمُ (نصر سے) اور عَلَمَ .... یعلِمُ (ضرب سے) عَلْماً ہمیشہ بغیر صلہ کے ہی آتا ہے اور اس کے معنی ہیں: ......کو نشان لگانا، ...... کے لئے علامت مقرر کرنا — لفظ عالَم کا تعلق بظاہر ان دوسرے معنوں کے ساتھ زیادہ ہے۔

● لفظ "عالَم" کی جمع مکسر "عَوالِم" (جو قرآن کریم میں استعمال نہیں ہوئی) اور جمع سالم مذکّر کے طریقے پر "عالَمون" بنتی ہے (جس کی نصبی اور جری صورت "عالَمین" ہے)۔ کتبِ لغت میں بیان ہوا ہے کہ اس وزن (فاعَل) سے جمع مذکر سالم کی واحد مثال یہی لفظ (عالَم) ہے۔ عربی زبان میں اس کی اور کوئی مثال نہیں ملتی [۱]

● لفظ "عالَم" اسم جامد ہے یعنی اپنے مصدری معنوں سے اسمائے مشتقہ کے معروف صرفی اوزان کے مطابق "مشتق" نہیں ہے بلکہ "مأخوذ" ہے۔ ایسے اسماء میں بھی اپنے مصدری معنوں کے ساتھ ایک مناسبت ہوتی ہے۔ اس لحاظ سے لفظ "عالَم" کی مناسبت مادہ "ع ل م" میں سے اس کے فعل ثلاثی مجرد کے

---

[۱] فیروز آبادی نے القاموس المحیط میں اس کی دوسری مثال "یاسمون" (یاسمین) کی دی ہے۔ مگر یہ لفظ دراصل فارسی زبان سے آیا ہے اور یہ ایک معروف خوشبودار پھول اور اس کے پودے کا نام ہے جسے اردو میں چنبیلی کہتے ہیں۔

© rasailojaraid.com

پہلے معنی (عِلْم) کے ساتھ بھی ہو سکتی ہے اور دوسرے معنی (عَلَم = علامۃ) کے ساتھ بھی یعنی عالَم کے بنیادی معنی ہیں: وہ جو کسی کو جاننے کا ذریعہ یا اس کی پہچان کی علامت ہو۔ اس طرح "عَالَم" سے مراد خالق و مالک کے وجود کو جاننے کی علامت یا ذریعہ ہے۔

- لفظ عالَم اسم جمع ہے[1] یعنی اس میں خود ہی جمع کے معنی ہیں۔ یہ لفظ "تمام مخلوق" "دنیا" "جملہ اصنافِ مخلوقات" اور بعض دفعہ مخلوقات کی کسی خاص صنف یا ایک مکمل گروہ کے لئے بھی آتا ہے جیسے عالَم الحیوانات (حیوانوں کی دنیا)۔ اردو فارسی میں یہ لفظ (عالَم) اپنے اصل عربی معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے اور بعض دفعہ اپنے اصل عربی معنی سے ہٹ کر بھی۔ مثلاً: گرمی کا یہ عالَم ہے کہ ....

- جب اس لفظ کی جمع بناتے ہیں تو اس سے مراد "پوری دنیا"، "سارے جہان"، "تمام مخلوقات" یا "ساری کائنات" مراد لی جاتی ہے۔ موقع استعمال کے لحاظ سے بعض قرآنی آیات میں اس لفظ "عالمین" کے معنی کچھ اور بھی بنتے ہیں مثلاً "ایک زمانے کے لوگ"، "تمام انسانوں"، "تمام عاقل مخلوق" وغیرہ ـــ اور اس کے جمع مذکر سالم میں استعمال ہونے کی وجہ یہی ہے کہ اس میں "عاقل مخلوق" یا عاقل اور غیر عاقل (ملی جلی) مخلوق کا مفہوم ہوتا ہے۔ صرف غیر عاقل مخلوق کے لئے "عالمین" کا لفظ نہیں آتا۔

- قرآن کریم میں جملہ "الحمدُ للّٰہِ ربِّ العٰلمین" کل چھ (۶) دفعہ، اور صرف "الحمدُ للّٰہ" سولہ (۱۶) دفعہ آیا ہے۔ اسی طرح "ربِّ العٰلمین" کی ترکیب کل بیالیس (۴۲) دفعہ اور لفظ "العٰلمین" کل تہتّر (۷۳) دفعہ آیا ہے۔

مندرجہ بالا بحث کو ذہن میں رکھنے سے ان تمام مقامات پر عبارت کے فہم میں آسانی ہوگی۔ ان شاء اللہ!

---

[1] اسم جمع جس میں جمع کے معنی پائے جائیں جیسے اُمّۃٌ، قبیلۃٌ، قومٌ، رَھطٌ وغیرہ ـــ ایسا لفظ واحد (مفرد) کے ساتھ اس لحاظ سے مشابہ ہوتا ہے کہ اس سے تثنیہ اور جمع بھی بن سکتے ہیں (اُمم، اقوام کی طرح) اگرچہ اُن کا واحد بھی بمعنی جمع استعمال ہوتا ہے۔ جیسے اردو میں "لوگ" ــ

© rasailojaraid.c

© rasailojaraid.c

۱:۲:۲ الاعراب

[الحمد للہ رب العلمین]

[اَلْحَمْدُ] مبتدأ مرفوع ہے اور اس میں علامت رفع "د" کا ضمہ ہے۔ اور ابتداء (مبتدأ ہونا) معنوی عامل ہے۔

● "الحمد" پر جو لام تعریف (ال) لگا ہے اسے اگر استغراق الجنس (پوری جنس مراد لینا) کا لام سمجھا جائے (جو لام تعریف کے معنوں میں سے ایک معنی ہے) تو "الحمد" کا ترجمہ "ہر ایک تعریف" یا "سب تعریفیں" ہوگا۔ جیسے اردو میں "آدمی فانی ہے" کہیں تو اس کا مطلب "ہر ایک آدمی" یا "سب آدمی" ہوگا۔ اردو میں اس لفظ (الحمد) کا ترجمہ "سب خوبیاں"، "سب تعریف"، "سب تعریفیں"، "ہر طرح کی تعریف" اور "ہر تعریف" کے ساتھ کرنے کی وجہ یہی ہے۔[1]

● اور اگر اسے (ال کو) "عہد" کا لام سمجھا جائے تو مراد یہ ہوگا کہ "وہ ساری تعریف" جس کی طرف لفظ "تعریف" سنتے ہی ہمارا ذہن منتقل ہو سکتا ہو۔ مثلاً جس کا ذکر قرآن کریم میں بار بار آیا ہے۔ یا آج تک جن حمد کرنے والوں نے جو بھی حمد کی ہے۔ اس کی مثال اردو میں یہ فقرہ ہے "آدمی آگیا ہے"۔ اس فقرے سے ہی معلوم ہو جاتا ہے کہ کہنے اور سننے والے کے ذہن میں "ایک خاص آدمی" ہے اور دونوں سمجھ گئے ہیں کہ "وہ آدمی" آگیا ہے۔ (اسے ہی "معہودِ ذہنی" بھی کہتے ہیں)۔ یہاں اردو میں ـــــ "ہر ایک آدمی یا سب آدمی" مراد نہیں ہوگا ـــــ تاہم اردو میں لام عہد کے معنی پیدا کرنے کے لئے زیادہ سے زیادہ صرف "تعریف" کا لفظ ہی استعمال ہو سکتا ہے یا پھر "ساری تعریف" یا "اصل تعریف" ہی کہہ سکتے ہیں کیونکہ "وہ تعریف" کہنا کوئی محاورہ نہیں ہے۔

---

[1] یہ الفاظ اردو کے مختلف تراجم قرآن کریم سے لئے گئے ہیں۔ آئندہ بھی کسی لفظ یا جملے کے لئے متعدد معنی یا ترجمہ ایک جگہ جمع کرنے کا مطلب یہی ہوگا۔

© rasailojaraid.c

● بہر حال لام استغراق الجنس سمجھ کر " الحمد " کا ترجمہ کرنا معنیٔ مراد اور محاورہ — دونوں لحاظ سے بہتر معلوم ہوتا ہے جیسا کہ اوپر بیان کردہ تراجم سے ظاہر ہے۔ بہر حال لفظ " الحمد " کے سادہ، درست اور عام اردو دانوں کے لئے قابلِ فہم معنی یہی (خوبی اور تعریف والے) ہیں — ادب و انشاء اور لفظی بازی گری کے زور پر اسے رنگ و روغن لگا کر بیان کرنا، چاہے خوبصورت لگے، مگر اصل سے دور ہٹنے والی بات ہے۔

● ترجمہ اصل سے قریب تر رہنے کا تقاضا کرتا ہے اور محاورہ کی رعایت اصل سے ہٹنے کا تقاضا کرتی ہے اور ان دونوں میں توازن ہی ایک مشکل کام اور مترجم کی قابلیت کا امتحان اور نشان ہے۔ بعض حضرات نے اپنے اندر اس کی ہمت نہ پا کر اور عبارت کو من مانے معنی پہنانے کی راہ میں " ترجمہ " کو رکاوٹ سمجھ کر " مفہوم " کی آڑ لی ہے۔ فافھموا!

[لِلّٰهِ] جار (لِ) اور مجرور (اللہ) مل کر قائم مقام خبر ہے۔

[رَبِّ] یہ لِلّٰہ کے " اللہ " کی صفت بھی ہو سکتا ہے اور اس کا بدل بھی، اس لئے مجرور ہے اور علامت جر " بِ " کی کسرہ (ـِ) ہے اور یہ آگے مضاف ہونے کی وجہ سے خفیف ہے یعنی لام تعریف اور تنوین سے خالی ہے۔

[الْعٰلَمِيْنَ] مجرور بالاضافہ (یعنی لفظ " ربّ " کا مضاف الیہ ہو کر مجرور) ہے اور اس کی علامت جر آخری " يْنَ " ہے جو جمع مذکر سالم کی علامت جر ہے — خیال رہے کہ نحوی حضرات صرف " ن " سے ماقبل " ـِ ی " کو علامت جر کہتے ہیں (اور یہ نصب کے ساتھ مشترک علامت ہے) اور اس (ـِ ی) میں دراصل تین علامتیں جمع ہیں۔ علامت جر، علامت جمع اور علامت تذکیر۔ اور آپ کو معلوم ہو گا کہ جمع مذکر سالم میں آخری نون " نون اعرابی " ہوتا ہے۔ یہ تو بعض دفعہ (مثلاً بصورت اضافت) حذف بھی ہو جاتا ہے۔ اس لئے جمع مذکر سالم کا اصل اعراب " ـُ وْ " (برائے رفع) اور " ـِ یْ " (برائے نصب یا جر) ہی ہوتا ہے۔

● اگر " رب العلمین " کو (لِلّٰہ کے اللہ کی) صفت مانا جائے تو اردو ترجمہ ہو گا " ساری تعریفیں سارے جہانوں کے پروردگار اللہ کے لئے ہیں " اور یہ اس لئے

© rasailojaraid.
© rasailojaraid.

کہ اردو میں صفت اپنے موصوف سے پہلے آتی ہے ـــ اور اگر اسے (رب العٰلمین کو)
ترکیب میں بدل سمجھیں تو ترجمہ ہوگا " ساری تعریفیں اللہ کے لئے جو کہ رب العٰلمین (سارے جہان کا پروردگار) ہے"۔ یہاں لفظ "جو کہ" کسی اسم موصول کا ترجمہ نہیں ہے بلکہ یہ اردو محاورے میں "بدل" کے بیان کا ـــــــ اور بعض دفعہ صفت کے بیان کا بھی ـــــــ ایک طریقہ ہے ۔

● "ربّ" اور "العالمین" کا الگ الگ ترجمہ "اللغۃ" والی بحث میں بیان کیا گیا ہے۔ پوری ترکیب اضافی کا ترجمہ مندرجہ ذیل طریقوں سے کیا گیا ہے۔
"پروردگار عالموں کا" "صاحب سارے جہان کا" "پالنے والا سارے جہان کا"
"مربّی عالم کا" "تمام جہان کا پروردگار" "مالک سارے جہان والوں کا"
"سارے جہان کا پالنے والا" "تمام مخلوقات کا پروردگار" "سارے جہان کا مربّی" ـ
ـــ "ربّ" اور "العلمین" کے متعلق لغوی بحث (اللغۃ میں) پڑھ کر آپ سمجھ سکتے ہیں کہ کس مترجم نے کس لفظ کا ترجمہ کس طرح کیا ہے ۔ اور کس کا انتخابِ الفاظ بہتر ہے ؟ اور کیوں ؟

۱:۲:۳ الرسم

"الحمد للہِ ربِ العلمین" کے رسم سے متعلق حسب ذیل امور قابلِ توجہ ہیں :

● اسم جلالت "اللہ" سے پہلے "لِ" (حرفِ جر) آنے کی صورت میں ابتدائی ھمزۃ الوصل خط میں حذف اور تلفظ میں ساقط ہو جاتا ہے ۔ یعنی نہ لکھا جاتا ہے نہ پڑھا جاتا ہے [اور کسی بھی معرف باللام سے پہلے لام الجر آنے کی صورت میں ایسا ہی ہوگا ۔ اس کی بکثرت مثالیں آگے آئیں گی] ۔

● اسم جلالت "اللہ" کی دوسری "لام" اور آخری "ہ" کے درمیانی الف کے حذف کی بات پہلے "بسم اللہ" کے ضمن میں ہو چکی ہے (پچھلی قسط میں)

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

اور بنیادی ھجاء (ال ل ھ) کو برقرار رکھتے ہوئے متنوّع خطی یعنی مکتوبی شکلوں کا ذکر بھی پہلے ہو چکا ہے۔ دیکھئے [۱:۱:۳]۔

● "العلمین" یہاں (الفاتحہ میں) بھی اور قرآن کریم میں ہر جگہ بحذفِ الف لکھا جاتا ہے یعنی "ع" اور "ل" کے درمیان الف نہیں لکھا جاتا ـــــ عام عربی (رسم معتاد) میں اسے باثباتِ الف لکھتے ہیں یعنی "العالمین" ـــ اور ایران اور ترکی کے بعض مصاحف میں یہ لفظ اسی طرح (باثبات الف) لکھا دیکھا گیا ہے جو رسمِ عثمانی کے مخالف اور لہٰذا غلط ہے۔

۱:۲:۴ الضبط

[الحمد للّٰہ رب العلمین]

اس میں اختلافِ ضبط کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں:

۱۔ ھمزۂ وصل پر علامت وصل (صلہ) ڈالنا یا نہ ڈالنا اور ڈالنے کی صورت میں اس کا طریقہ۔ بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم کی بحثِ ضبط [۱:۱:۴] میں اس پر بحث ہو چکی ہے۔ آیت زیرِ مطالعہ میں اس اختلاف کا اثر کلمات "الحمد" اور "العلمین" کے ضبط میں ظاہر ہو گا۔

۲۔ اسم جلالت کے درمیانی لام کی علامت اشباع ڈالنا یا نہ ڈالنا اور ڈالنے کی صورت میں اس کے طریقۂ وضع پر بھی مفصّل بحث "بسم اللّٰہ" کے ضمن میں ہو چکی ہے [۱:۱:۴]

۳۔ بعض افریقی ممالک میں صرف "للّٰہ" لکھنے کی صورت میں درمیانی لام پر سرے سے کوئی علامت ضبط نہیں ڈالتے۔ صرف پہلے "ل" اور آخری "ہ" کے نیچے زیر (ـِ) ڈال دیتے ہیں اور بعض ملکوں میں تو اسے "للّٰہ" کی بجائے "للہ" لکھتے ہیں۔

۴۔ الف محذوفہ کے ماقبل کے ضبط کے طریقے اور اختلاف پر "بسم اللّٰہ" کی بحث ضبط میں "الرحمٰن" کی میم کے ضبط کے ضمن میں بات ہو چکی

© rasailojaraid.com

نہیے ۔ یہاں اس کا اثر " العلمین " کی " ع " پر ظاہر ہوگا ۔

۵ ۔ یائے ماقبل مکسور پر علامت سکون صرف برصغیر میں ڈالی جاتی ہے اس پر منفصل بات بسم اللہ پر بحث میں " الرحیم " کے ضمن میں ہو چکی ہے نیز ایران اور ترکی میں یاء سے ماقبل مکسور پر کسرہ کی بجائے علامت اشباع (کھڑی زیر ٖ) ڈالنے کی بات بھی وہیں ہو چکی ہے [دیکھئے ۱ : ۱ : ۴] ۔ آیت زیر مطالعہ میں اس اختلاف کا اثر کلمہ " العلمین " کی یاء (بین المیم والنون) کے ضبط میں ظاہر ہوگا ۔

۶ ۔ " نون متطرفہ " (کلمہ کے آخر پر آنے والے نون) پر علامت اعجام (نقطہ) ڈالنے یا نہ ڈالنے ـــــ اور ڈالنے کی صورت میں اس کے " محل وضع " کی بات بھی استعاذہ اور بسم اللہ کی بحث میں ہو چکی ہے ۔ یہاں اس کا اثر العلمین کے آخری نون میں ظاہر ہوگا ۔

۷ ۔ صرف تجویدی (پاکستانی) مصحف میں " ر " کی تفخیم اور ترقیق ظاہر کرنے کے لئے " ر " کی دو الگ الگ صورتیں " ر " اور " ر " اختیار کی گئی ہیں ۔ یہاں اس کا اثر " ربّ " کی " ر " میں ظاہر ہوگا جو تفخیم سے پڑھا جائے گا ۔

اس طرح مجموعی طور پر اختلافات ضبط بطریق ذیل نمایاں ہوں گے ۔

اَلْحَمْدُ ، اَلْحَمْدُ ، اَلْحَمْدُ ، اِلْحَمْدُ ، اِلْحَمْدُ

لِلّٰهِ ، لِلّٰهِ ، لِلّٰهِ ، لِلّٰهِ ، لِلّٰهِ ، لِلّٰهِ

رَبِّ ، رَبِّ

الْعٰلَمِيْنَ ، الْعٰلَمِيْنَ ، الْعٰلَمِينَ ، اِلْعٰلَمِينَ ، اِلْعٰلَمِينَ

شمار آیات کے ضمن میں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ سب کے نزدیک " العلمین " پر آیت ختم ہوتی ہے بعض کے نزدیک سورۃ الفاتحہ کی پہلی آیت کا اور بعض کے نزدیک دوسری آیت کا یہاں اختتام ہوتا ہے ـــ مزید دوبارہ دیکھ لیجئے سورۃ الفاتحہ کی ابتدائی تمہیدی بحث [حکمت قرآن جون ۸۹ء ص ۵۸]

© rasailojarai
© rasailojarai
© rasailojarai

۱:۳ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝۳ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝۴

۱:۳:۱ اللغـة

[الرحمن] اور [الرحیم] کی لغوی بحث پہلے "بسم اللہ" میں گزر چکی ہے۔ [دیکھئے پیراگراف نمبر ۱:۱:۱ ۔ حکمت قرآن جون ۸۹ء صفحہ ۶۵]

۱:۳:۱ (۱) [مٰلِكِ] (جو عام عربی املاء میں "مالک" لکھا جاتا ہے) کا مادہ "م ل ک" اور وزن "فَاعِلٌ" ہے۔

اس مادہ سے فعل ثلاثی مجرد مَلَكَ ... يملِكُ مُلْكًا (باب ضرب سے) ہمیشہ متعدی اور بغیر صلہ کے آتا ہے یعنی مَلَکَہٗ کہتے ہیں اور اس کے دو معنی ہیں: "(۱)..کا مالک ہونا"، "(۲) ..... پر حکمران ہونا"۔ یہاں (آیت زیر مطالعہ میں) مالک کی اضافت کسی چیز (مثلاً مال وغیرہ) کی بجائے یَوْم (وقت ۔ دن ۔ زمانہ) کی طرف ہے، اس لئے مناسب ترجمہ اس کا یہاں "حکمران یا حاکم" (SOVEREIGN) ہے۔
بعض نے دونوں معنوں کو سامنے رکھتے ہوئے ترجمہ "مالک" ہی رہنے دیا ہے۔

۱:۳:۱ (۲) [يَوْم] کا مادہ "ی و م" اور وزن "فَعْلٌ" ہے۔

اس مادہ سے فعل ثلاثی مجرد عربی میں استعمال ہی نہیں ہوتا۔ مزید فیہ میں سے صرف باب مفاعلہ سے (یومیہ اجرت پر کام کرنا یا کرانا کے معنی میں) آتا ہے۔ مگر اس کا استعمال بھی شاذ ہے۔ اور قرآن کریم میں بہرحال اس مادہ سے کوئی فعل استعمال نہیں ہوا ہے۔

J. PENRICE نے اپنی انگریزی "ڈکشنری آف قرآن" میں اس مادہ سے ماضی مضارع "یَوِمَ یَوْیَم" لکھ کر اس کے اصل معنی "ایک دن کے لئے وجود میں آنا" بیان کئے ہیں۔ اور غالباً اس کی تقلید میں ایک اردو "غریب القرآن فی لغات القرآن" کے مصنف نے بھی مادہ "ی و م" کے تحت یہی ماضی مضارع

© rasailojaraid.

لکھ ڈالا ہے اگرچہ اس کے معنی نہیں لکھے۔ اس فعل (ثلاثی مجرد) اور اس کے ان معنوں کی کوئی اصل کسی قابلِ ذکر عربی معجم (ڈکشنری) میں مادہ " ی و م " کے بیان میں کہیں نہیں ملتی۔ ویسے بھی بیان کردہ فعل مضارع (یَوِیَم) مادہ " یوم " سے نہیں بلکہ " ویمُ " سے (باب سَمِعَ سے) ہونا چاہیئے۔ " یوم " سے تو اسے " یَیْوَمُ " (سمع سے) بننا چاہیے تھا۔ مگر اس مادہ (د ی م) سے بھی عربی معاجم (ڈکشنریوں) میں کوئی فعل بیان نہیں ہوا۔

لفظ " یوم " کے معنی " دن " ہیں۔ اور یہ لفظ " ایک دن رات " یا صرف " دن " یا صرف رات " یا مطلقاً " موجودہ وقت " کے لئے استعمال ہوتا ہے اور اسی سے " الیوم " بمعنی " آج " آتا ہے۔ کبھی یہ لفظ (یوم) " دور " اور " جنگ " (فلاں جنگ کا دن) کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً " یومُ بدر " (بدر کی جنگ)۔ یوم کی جمع ایام ہے [جو دراصل " اَیْوام " بروزن " اَفْعَال " ہے] اور یہ بھی قرآن کریم میں بکثرت آیا ہے — اس لفظ (یوم) کے مختلف استعمالات اور معانی موقع استعمال کے لحاظ سے سامنے آتے جائیں گے — خیال رہے کہ لفظ " یوم " مفرد اور مرکب مختلف صورتوں میں قرآن کریم کے اندر چار سو سے زائد جگہ پر آیا ہے۔

۱:۳:۱ (۳) **[الدِّیْن]** = لام تعریف (ال) + دین۔ اور لفظ " دین " کا مادہ " د ی ن " اور وزن " فِعْلٌ " ہے۔ اس مادہ سے فعل ثلاثی مجرد دانَ ..... یَدِیْن دِیْنًا (باب ضرب سے) عموماً بغیر صلہ کے اور متعدی آتا ہے۔ اور اس کے معنی ہیں (۱) ..... کو بدلہ دینا (۲) ..... پر اختیار ہونا اور اسی کے معنی لغتِ اضداد کے طور پر (۱) ..... کا مطیع ہونا اور (۲) ..... کے پیچھے چلنا بھی ہوتے ہیں۔ اور اسی باب (ضرب) سے یہ فعل " لام " (لِ) اور باء (بِ) کے صلہ کے ساتھ بھی آتا ہے۔ مثلاً دانَ لَہٗ [..... کے تابع ہونا] اور دانَ بِ ..... [..... کو اپنا دین بنانا]۔ تاہم قرآن کریم کے اندر فعل کی یہ دونوں —

© rasailojaraid
© rasailojaraid

(مؤخر الذکر) صورتیں کہیں استعمال نہیں ہوئی ہیں۔

قرآن کریم میں اس مادہ سے فعل ثلاثی مجرد (لغیر صلہ) کا صرف ایک صیغہ [التوبہ:۲۹] اور باب تفاعل سے بھی صرف ایک ہی صیغہ [البقرہ : ۲۸۲] آیا ہے۔ البتہ لفظ "دِین" اور اس کے مرکبات اور مشتقات بکثرت (کل ۹۲ دفعہ) آئے ہیں۔

اسی مادہ سے ایک اور لفظ "دَین" (بفتح الدال) بمعنی قرضہ بھی قرآن کریم میں چار پانچ دفعہ آیا ہے۔ اس کی وضاحت اپنے موقع پر ہو گی۔

لفظ "دِین" (بکسرِ الدال) قرآن کریم میں چار مختلف معنوں میں استعمال ہوا ہے[1]۔
(۱) جزاء یا بدلہ (۲) اطاعت یا عبادت (۳) قانون یا دستور اور (۴) شریعت یا مذہب[2]۔
اور ان چاروں معنوں کا اس مادہ (د ی ن) کے فعل ثلاثی مجرد کے مختلف معنوں کے ساتھ تعلق ہے۔ دیکھئے ۱:۲:۱ (۳)۔ ان مختلف معانی کے موقع استعمال پر ان کی وضاحت کی جاتی ہے گی۔

© rasailojaraid

قرآن کریم میں جہاں جہاں تو "یوم الدین" کی ترکیب آئی ہے [اور یہ ترکیب

---

[1] کسی لفظ کے ایک سے زیادہ معنی ہونا کوئی عیب یا تعجب کی بات نہیں ہے۔ دنیا کی ہر زبان میں ایسا ہوتا ہے۔ البتہ موقع و محل کی مناسبت سے اس کے درست معنی سمجھنے کے لئے صرف ڈکشنری کا استعمال ہی نہیں بلکہ زبان کی مہارت اور اس کے محاورہ نیز سیاق و سباقِ عبارت کا فہم ضروری ہے اور قرآن کریم میں تو اس کے لئے زبان کے علاوہ عقیدہ کی درستی، اطاعتِ رسولؐ اور تقویٰ کا ہونا بھی لازمی ہے۔

[2] جیسے دینِ اسلام یا مذہبِ اسلام۔ خیال رہے یہ لفظ (مذہب) اردو میں تو فارسی "کیش"، ہندی "مت یا دھرم" یا انگریزی RELIGION کے معنوں میں آتا ہے اس لئے اردو میں "مذہبِ اسلام" کہنا سراسر غلط نہیں ہے۔ البتہ عربی میں یہ لفظ (مذہب) بڑے محدود معنی (طریقہ یا مسلک کے) رکھتا ہے۔ نیز لفظ مذہب قرآن میں استعمال نہیں ہوا، بلکہ دین آیا ہے۔ ہمیں اردو میں بھی اسی لفظ (دین) کو اپنانا اور رواج دینا چاہیے۔

© rasailojaraid

قرآن میں ۱۲ دفعہ آئی ہے]۔ اس کا ترجمہ "جزاء کا دن" یا "روزِ جزاء" ہی سے درست ہے۔ بعض مترجمین نے "جزاء" کی بجائے "انصاف" کا لفظ اختیار کیا ہے۔ اسے تفسیری (یا IMPLIED معنی پر مبنی) ترجمہ قرار دیا جا سکتا ہے۔

یوم الدین یا "روزِ جزاء" سے کون سا "دن" مراد ہے؟ اس کے لئے کسی مستند تفسیر یا تفسیری حاشیہ کا مطالعہ ضروری ہے۔ اس لئے کہ اب یہ لفظ ایک قرآنی اصطلاح ہے اور ہر اصطلاح کے خاص متعین معنی ہوتے ہیں۔

۱:۲:۳ الاعراب

[الرحمٰنِ الرحیمِ] یہ دونوں لفظ اسم جلالت (اللہ) کی صفت ہو کر (لفظ "للہ" کی طرح) مجرور ہیں۔ ان کی علامتِ جر آخری "ن" اور آخری "م" کا مکسور ہونا ہے۔ اردو محاورے کی وجہ سے اس کا ترجمہ "بدل" کی طرح "جو" لگا کر کیا جاتا ہے۔ یا اس وجہ سے کہ جب متعدّد صفات ساتھ ساتھ آجائیں تو صفت کے ترجمہ میں بھی "جو" کا استعمال اردو محاورے کے مطابق ہی ہے۔ یعنی "رحمٰن و رحیم ربّ العٰلمین اللہ کے لئے" کہنے کی بجائے (جو اردو میں صفت موصوف کی اصل ترتیب ہے) اکثر مترجم "اللہ کے لئے جو "ربّ العٰلمین" "الرحمٰن" "الرحیم" ہے" کی ترتیب سے ترجمہ کرتے ہیں۔

[مٰلِكِ] "الحمد للہ" کے "اللہ" کی صفت یا بدل ہو کر مجرور ہے۔ بعض نحویوں کے نزدیک یہ صرف بدل ہی ہو سکتا ہے صفت نہیں[۱]۔ بہرحال اس میں علامتِ جر آخری "كِ" کا مکسور ہونا ہے۔

[یَوْمِ] مجرور بالاضافہ ہے (یعنی "مالك" کا مضاف الیہ ہو کر)۔ علامتِ جر

---

[۱] اور اس کی دقیق توجیہہ کے لئے چاہیں تو دیکھئے ابن الانباری (البیان) ج ۱ ص ۳۵ اور عکبری (التبیان) ج ۱ ص ۶۔

© rasailojaraid.c

اس میں " م " کا کسرہ (ـِ) ہے اور یہ لفظ (یوم) خود آگے مضاف بھی ہے۔ اس لئے اس پر سے " لام تعریف " اور " تنوین " دونوں ساقط ہو گئے۔

[الدّین] یہ بھی مجرور بالاضافہ (" یوم " کا مضاف الیہ ہو کر) ہے۔

- اس کے لامِ تعریف کو " لامِ عہد " بھی کہہ سکتے ہیں یعنی آخرت کی وہ " جزائے اعمال " جس کی طرف قرآن پڑھنے والے کا ذہن فوراً جاتا ہے اور اگر اسے " لامِ استغراق " مانیں [الحمد کی طرح] تو " ساری جزاؤں " یعنی تمام اعمال کی (ایک ایک) جزاء کا دن مراد لیا جا سکتا ہے۔

- لفظ " مالک " اس ترکیب (مٰلِکِ یَوْمِ الدین) میں صرف ظرف (یوم الدین) کی طرف مضاف ہے لہٰذا یہاں " مالک " کا اصل " مفعول " محذوف ہے[1] اس کی " تقدیر " یا " تاویل نحوی " یوں ہوگی " مالکُ الأمرِ یومَ الدّین " (یوم الدین کو تمام معاملہ یا حکم کا مالک) یا " مالکُ یومِ الدینِ الفصلَ او القضاءَ او الامرَ (یوم الدین کو سب فیصلہ یا حکم کا مالک) یا " مالکُ الامرِ کلِّہ یومَ الدّین " (یوم الدین کو سب کے سب معاملہ یا حکم کا مالک) یعنی " دن " کا مالک ہونے سے مراد اس دن کی حکمرانی کا مالک ہونا مراد ہے۔ اور اس کا ترجمہ " حاکم " کرنے کی یہی وجہ ہے۔

- " ملک یوم الدین " مرکب اضافی ہے، مکمل جملہ نہیں ہے۔ بلکہ یہ " الحمد للّٰہ " ..... سے شروع ہونے والے جملہ اسمیہ کا ایک حصّہ ہے جو یہاں آکر مکمل ہوتا ہے۔

۱:۳:۳ الرسم

[الرحمن الرحیم] ان دونوں کلمات کے ـــــ خصوصاً الرحمن

---

[1] فعل کی طرح اسم فاعل کا بھی منصوب مفعول ہوتا ہے۔ بعض اسماء مشتقہ فعل کا عمل کرتے ہیں۔ یہ نحو کا مشہور مسئلہ ہے۔ " مالک " اسم الفاعل ہے۔

© rasailojaraid.c

کے بحذف الالف رسم پر ـــــ بسم اللہ کے " الرسم " والے حصّے میں مکمل بحث ہو چکی [۱ : ۳ : ۲ حکمت قرآن جون ۸۹ ص ۷۳] ۔

[مٰلِكِ] اس جگہ (سورۃ الفاتحہ میں) متفقہ طور پر حذفِ الف کے ساتھ لکھا جاتا ہے یعنی "م" اور "ل" کے درمیان الف نہیں لکھا جاتا ۔ اسے " مالك " لکھنا غلط ہے (یعنی قرآن میں) ـــ اس لئے کہ یہ رسم عثمانی ـــــ اور متفقہ رسم عثمانی ـــ کی خلاف ورزی ہے ۔ ایرانی، ترکی اور بعض دیگر ممالک کے مصاحف میں یہ غلطی ("مالك" لکھنا) عام پائی جاتی ہے ۔ (" ملك " کے اس رسم الخط کی توجیہہ کے لئے چاہیں تو دیکھئے نثر المرجان ج ا ص ۹۶)

[يوم الدّين] کی املاء رسمِ معتاد یعنی عام قواعدِ املاء کے مطابق ہی ہے ۔

© rasailojaraid.com

۱ : ۳ : ۴ الضبط

[الرحمن اور الرحيم] کے ضبط پر " بسم اللہ " کے ضمن میں مکمل بحث ہو چکی ہے ۔ (دیکھئے حکمت قرآن جون ۸۹ ص ۷۶ - ۷۷) ۔

[ملك] کے ضبط میں " م " کے بعد کے محذوف الف کے ضبط میں اختلاف بھی " الرحمن " کی میم کے ضبط کی طرح ہے ۔ یعنی عرب اور افریقی ممالک میں " م " پر فتحہ (َ) ڈال کر ساتھ الف مقصورہ (چھوٹا الف یا کھڑی زبر لکھتے ہیں ۔ (مَا) ۔ برصغیر اور ترکی ایران وغیرہ میں " م " پر صرف " کھڑی زبر " (مٰ) ڈالتے ہیں ۔

[يَوْمِ] کا ضبط تمام ممالک کے مصاحف میں یکساں ہے ۔ یعنی ہر جگہ " ی " پر علامتِ فتحہ اور " و " پر علامتِ سکون لکھی جاتی ہے ۔ البتہ بعض قدیم مصاحف بخطِ بہار میں اور افریقی ممالک کے مصاحف میں (آج کل بھی) حرکاتِ ثلاثہ ترچھی کی بجائے نفقی ڈالی جاتی ہیں ۔

[الـدّين] میں (۱) ایک اختلاف تو شروع کے همزة الوصل (بصورت الف)

© rasailojaraid.com

پر علامتِ وصل ڈالنے یا نہ ڈالنے کا ہے اور ڈالنے کی صورت میں اس کی وضع یا شکل کا اختلاف ہے ـــــ اس اختلاف پر " الحمد " کے ضبط میں بات ہو چکی ہے (دیکھئے ۱ : ۲ : ۴)۔

(۲) دوسرا اختلاف (دال اور نون کے درمیان والی) " ی " ـــــ جس کا ماقبل مکسور ہے ـــــ پر علامت سکون ڈالنے یا نہ ڈالنے کا ہے۔ اس قسم کے اختلاف پر "الرحیم" کی "حی" کے ضبط میں بات ہو چکی ہے (۱ : ۱ : ۳)

(۳) تیسرا اختلاف " د " کی حرکت (صرف کسرہ یا کھڑی زیر) ڈالنے کا ہے۔ یہ بھی " الرحیم " کی " ح " کے ضبط کی طرح ہے۔

(۴) چوتھا اختلاف آخری " ن " پر علامتِ اعجام (نقطہ) ڈالنے یا نہ ڈالنے کا ہے اس پر بھی " الرحمٰن " کے " ن " کے ضبط میں بات ہو چکی ہے۔

© rasailojaraid.

● اس طرح قطعہ زیرِ مطالعہ " الرحمن الرحیم ٥ ملك یوم الدین " کے ضبط کی حسب ذیل صورتیں سامنے آتی ہیں۔

الرَّحْمٰنِ ، الرَّحْمٰنِ ، ٱلرَّحْمَٰنِ ، ٱلرَّحْمٰنِ ، ٱلرَّحْمٰنِ

الرَّحِيْمِ ، الرَّحِيمِ ، ٱلرَّحِيمِ ، ٱلرَّحِيمِ ، ٱلرَّحِيمِ

مٰلِكِ ، مٰلِكِ ، مَٰلِكِ ، مَلِكِ (افریقی ممالک میں یہی قرأت رائج ہے)

يَوْمِ ، يَوْمِ ، يَوْمِ

الدِّيْنِ ، الدِّينِ ، ٱلدِّينِ ، ٱلدِّينِ ، ٱلدِّينِ

© rasailojaraid.

۱:۴ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ۞۵

۱:۴:۱ اللغـــة

[اِیَّاکَ] دراصل یہ دو لفظ ہیں : اِیَّا + کَ ۔ لفظ "اِیّا" جس کا مادہ "ا ی ی" ہے اور وزن " فِعْلا " یا "فِعْلیٰ" قرار دیا جا سکتا ہے ، اس مادہ سے فعل ثلاثی مجرد استعمال نہیں ہوتا۔ البتہ باب تفاعل اور تفعّل سے بمعنی " ...... کا ارادہ کرنا " آتا ہے تاہم قرآن کریم میں اس سے کسی قسم کا فعل استعمال نہیں ہوا۔

لفظ "اِیّا" کے اپنے[1] الگ کوئی لغوی معنی نہیں بنتے ، یہ ایک طرح سے اسم مبہم ہے۔ البتّہ یہ ترکیب میں آکر "حَصر" (محدود کر دینا۔ کسی فعل کا "دائرۂ عمل" محدود اور متعیّن کر دینا) کے معنی پیدا کرتا ہے اُردو میں اس کا ترجمہ "صرف ...... کو ہی" ، "صرف ...... کا ہی" ، یا "صرف ...... سے ہی" وغیرہ سے کیا جا سکتا ہے ۔

- یہ لفظ " اِیّا " ہمیشہ کسی ضمیر کی طرف " مضاف " ہو کر آتا ہے (اس لئے ہم نے اوپر ضمیر کے لیے خالی نقطوں کی شکل میں جگہ رکھی ہے) مگر دراصل یہ (بظاہر مضاف الیہ مجرور) ضمیر منصوب ہی ہوتی ہے اور اسے ضمیر منصوب منفصل ہی کہا جاتا ہے مثلاً اِیَّاہُ ، اِیَّاھما ، اِیَّاھم ...... اِیَّایَ ، اِیَّانا جیسے یہاں آیت زیر مطالعہ میں (اِیَّاکَ میں) ضمیر منصوب " کَ " آئی ہے[1] اس لئے اس کا ترجمہ "صرف تیری ہی" ، "صرف تجھ سے ہی" ، "صرف تجھ کو ہی" کی صورت میں کیا جائے گا ۔
- گویا دراصل " اِیّا " خود ہی ضمیر منصوب منفصل ہے اور اس کے ساتھ آنے

---

[1] یہ تو آپ کو معلوم ہی ہے کہ تمام ضمائر "منصوبہ" اور "مجرورہ" کی شکل ایک ہی ہوتی ہے اور اس ضمیر منصوب کے "مضاف الیہ" ہو کر آنے کے لئے دیکھئے القاموس المحیط بحث الف لینہ (آخر میں)۔

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

والی "ضمیریں" اسماء نہیں بلکہ ایک طرح سے صرف "حروف" ہیں اور ان کا کام صرف صاحبِ ضمیر (جس کے لئے ضمیر آرہی ہے) کو متعیّن اور متمیّز کر دینا ہوتا ہے۔ یعنی ...اس کو، تجھ کو، ہم کو وغیرہ کے معنی پیدا کرنے کے لئے آتے ہیں[1]۔

- شاذ و نادر یہ لفظ "اِیَّا" کسی اسم ظاہر کی طرف مضاف ہوتا ہے۔ اور اس وقت وہ اسم مجرور (بالاضافہ) ہی آتا ہے مثلاً "اِیَّا زیدٍ"۔ تاہم اکثر اہلِ لغت اس قسم کا استعمال غلط سمجھتے ہیں اور قرآن کریم میں بھی یہ ترکیب (اسم ظاہر کی طرف اضافت والی) کہیں مستعمل نہیں ہوئی۔

- بعض اہلِ لغت کے نزدیک "اِیَّاکَ" اکٹھا ایک ہی لفظ ہے مگر اس کا آخری حصہ (ضمیر والا) حسبِ ضرورت بدلتا رہتا ہے۔ تاہم یہ صرف ایک فنی (ٹیکنیکل) سی بحث ہے۔ اس سے لفظ کے استعمال اور معنی میں کچھ فرق واقع نہیں ہوتا ہے۔ یہ صرف ضمیر کے بطور "حرف" ساتھ آنے والی بات کہنے کا دوسرا طریقہ ہے[2]۔

- "اِیَّا" اور اس کی "ساتھی" ضمیر — دونوں مل کر مفعول بہٖ واقع ہوتے ہیں۔ مگر یہ ہمیشہ اپنے فعل سے پہلے ہی آتے ہیں۔ بعد میں نہیں سوائے اس کے کہ وہ "اِلَّا" کے بعد آئیں — یا کسی مفعول پر معطوف ہو کر آئیں۔ مثلاً "لَا تَعْبُدُوا اِلَّا اِیَّاہُ" (مت عبادت کرو مگر صرف اسی کی) یا "نَرْزُقُھُم وَاِیَّاکُم" (ہم ان کو روزی دیتے ہیں اور تم کو بھی) میں — "اِلَّا" کے بعد آنے کی صورت میں "اِیَّا" سے "صرف" یا "ہی" کے معنی پیدا ہوتے ہیں مگر معطوف ہونے کی صورت میں "بھی" کے۔

- البتہ عام (متصل) ضمیر منصوب ہو تو فعل کے بعد ہی آئے گی۔ مثلاً "نَعْبُدُکَ" (ہم تیری عبادت کرتے ہیں) اور "اِیَّاکَ نَعْبُدُ" (ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے

---

[1] دیکھئے معجم النحو ص ۸۰۔ المنجد "ای ی" اور القاموس المحیط بحث الف لینہ

[2] "اِیَّا" پر مزید بحث کے لئے چاہیں تو دیکھئے: ابن خالویہ (اعراب ثلاثین سورۃ) ص ۲۶۔ طبرسی (طبع بیروت) ج ا ص ۵۲ اور ابن الانباری (البیان) ج ا ص ۳۶۔۳۷۔

© rasailojaraid.c

ہیں)، کہہ سکتے ہیں مگر " نعبد ایاک " کہنا درست نہیں ہے۔ سوائے اس کے کہ وہ کسی مفعول بہ پر عطف ہو جیسے اوپر " نحن نعبد ہم " والی مثال آئی ہے مگر اس صورت میں معنی "ہی" سے "بھی" میں بدل جاتے ہیں۔

● " اِیَّاکَ "، اسم فعل کے طور پر بمعنی اِحذر (بچ کے رہ) بھی آتا ہے۔ اور اس کے استعمال کے اپنے قواعد ہیں۔ تاہم قرآن کریم میں یہ تحذیر والا " اِیَّاکَ " کہیں مستعمل نہیں ہوا۔ البتہ حدیث شریف میں اس کا استعمال ملتا ہے۔

● قرآن کریم میں ماقبل فعل مفعول ہو کر " اِیَّا " مختلف ضمائر [ہ ، کَ ، کم ، ی وغیرہ] کے ساتھ ۶۱ دفعہ، " اِلَّا " کے بعد (ہ) کے ساتھ تین جگہ ، پہلے مفعول پر معطوف ہو کر (" وَ " کے بعد) پانچ دفعہ اور صرف ایک جگہ اسم " اِنَّ " پر معطوف ہو کر آیا ہے۔ ان پر اپنے اپنے موقع پر بات ہوگی۔

[نَعْبُدُ] کا مادہ " ع ب د " اور وزن " نَفْعُلُ " ہے۔ اس مادہ سے فعل ثلاثی مجرد عَبَدَ ..... یعبُد عِبادۃً (باب نصر سے) ہمیشہ متعدی اور بغیر صلہ کے آتا ہے اور اس کے معنی ہوتے ہیں: ..... کی عبادت کرنا، ..... کی اطاعت کرنا، ..... کی پوجا کرنا، ..... کی بندگی کرنا ـــ اسی مادہ سے عَبَدَ بہ (نصر سے)، عَبِدَ بہ (سمع سے) اور عَبَدَ عنہ (نصر سے) وغیرہ افعال بھی (عربی زبان میں) استعمال ہوتے ہیں مگر ان کے معنی (عبادت کرنا کی بجائے) کچھ اَور ہی ہوتے ہیں اور اس قسم کا کوئی فعل قرآن کریم میں استعمال بھی نہیں ہوا [سورۃ الزخرف : ۸۱ میں اس کے (عبادت کے علاوہ) ایک دوسرے معنی کے امکان کی بات اپنے مقام پر آئے گی]۔

● عربی زبان میں لفظ عبادت (جس کی عربی املاء " عبادۃ " ہے) کے بنیادی معنی ہیں: " کسی ہستی کی انتہائی تقدیس اور تعظیم کی بنا پر اس کے سامنے اپنے انتہائی عاجز، پست اور فرماں بردار ہونے (خضوع اور تذلّل) کا اظہار کرنا ـــ مثلاً

© rasailojaraid.com

سجدہ کرنا۔ اور اسی جذبے کے ساتھ اس کے احکام بجا لانا"[1]۔ اور ان ہی معنوں کی بنا پر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اَور کی "عبادت" حرام ہے۔ اور عبادت کے یہ معنی کسی ایک لفظ سے ظاہر کرنے کیلئے اردو میں "پرستش"، "بندگی"، "پوجا" وغیرہ کے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں۔ تاہم ان سب الفاظ میں وہ بات پیدا نہیں ہو سکتی جو اصل لفظ (عبادت) میں ہے۔ اس لئے اردو میں اسی لفظ (عبادت) پر فعل "کرنا" کا اضافہ کرکے ترجمہ "عبادت کرنا" ہی کرلیا جاتا ہے۔ لفظ "عبادت" اور اس کے مضمرات و معانی کی اس سے زیادہ تفصیل اور وضاحت کے لئے کسی اچھی مستند تفسیر یا عقائد و تصوّف کی کسی معتبر کتاب کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔

© rasailojaraid.c

- قرآن کریم میں اس مادہ (ع ب د) سے مشتق افعال و اسماء دو سو سے زائد مقامات پر آئے ہیں اور خود لفظ "عبادۃ" آٹھ جگہ آیا ہے۔ ان مختلف استعمالات سے ہی لفظ "عبادت" کے معنی متعین ہوتے ہیں اور اس کے مختلف پہلو سامنے آتے ہیں۔

[و] حرف "واؤ" بھی عربی زبان میں متعدد معانی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً (۱) "اور" ــــ اس وقت اسے "واو عاطفہ" یا "واو العطف" کہتے ہیں (۲) ..... "کی قسم ہے" ــــ اس وقت اسے "واو قسمیہ" یا "واو القسم" کہتے ہیں (۳) "اس حالت میں کہ" یا "درانحالیکہ" ــــ تب اسے "واو حالیہ" یا واو الحال کہتے ہیں (۴) "..... کے ساتھ ساتھ" ــــ ان معنوں کے لئے یہ "واو المعیت" کہلاتی ہے۔

- واو ("وَ") کے ان مختلف (بلکہ ان کے علاوہ بھی) استعمالات کے مقرر قواعد ہیں جو کتبِ نحو میں دیکھے جا سکتے ہیں ــــ یہاں (آیت زیرِ مطالعہ میں) یہ واو العطف ہے یعنی اس کے معنی ہیں "اور" ــــ آئندہ "وَ" کے کوئی

---

[1] دیکھئے المفردات (اصفہانی) مادہ "عبد"، الکشاف ج ۱ ص ۶۲، مد القاموس ج ۵ ص ۱۹۳۳؛ نیز قاموس القرآن ج ۴ ص ۲۷۹۔

© rasailojaraid.c

معنی بیان ہوں گے تو صرف اردو معنی لکھنے کی بجائے ہم ساتھ اصطلاحی طریقے پر "واو" کا متعلقہ نام لکھ دیا کریں گے۔ مثلاً "واو العطف" ہے یا "واو حالیہ" ہے وغیرہ۔

[اِیَّاكَ] پر ابھی پوری بحث ہو چکی ہے۔

[نَسْتَعِيْنُ] کا مادہ "ع و ن" اور وزن اصلی "نَسْتَفْعِلُ" ہے۔ اور اس کی شکل اصلی "نَسْتَعْوِنُ" ہے۔ جس میں اہل زبان یعنی عرب "واو" کی حرکت (کسرہ) ماقبل ساکن حرف (ع) کو دے کر اسے (واو کو) موافق حرکت (کسرہ) حرف یعنی "یاء" میں بدل کر بولتے ہیں جسے ہم صرف کی زبان میں "تعلیل" کہتے ہیں[1] اس طرح اب اس کی مستعمل شکل کا وزن "نَسْتَفِيْلُ" رہ گیا ہے[2]

- اس مادہ (ع و ن) سے فعل ثلاثی مجرد باب نصر سے (عان یعون عوناً یعنی عاذ یعوذ کی طرح) بمعنی "گائے کا درمیانی عمر کو پہنچنا" لازم اور بغیر صلہ کے آتا ہے مگر قرآن کریم میں یہ کہیں استعمال نہیں ہوا۔ البتہ اس کے معنوں سے ایک لفظ "عوان" (البقرہ : ۶۸) آیا ہے۔ جس کی وضاحت اپنے موقع پر آئے گی۔
- "نَسْتَعِيْنُ" مادہ "ع و ن" سے باب استفعال کا فعل مضارع

---

[1] ہم نے یہاں اس کلمہ (نستعین) میں واقع ہونے والی "تعلیلِ صرفی" کی طرف مختصراً اشارہ کر دیا ہے۔ آئندہ بھی اس قسم کا کوئی کلمہ جب پہلی دفعہ سامنے آئے گا تو "صرفی تبدیلی" (مثلاً تخفیف، ادغام یا تعلیل) کی طرف اسی طرح اشارہ کر دیا جائے گا۔ اگرچہ ہم اس مفروضہ پر چل رہے ہیں کہ ہمارا قاری نحو اور صرف کے ان مبادی سے واقف ہے جن کا "مقدمہ" میں ذکر کر دیا گیا ہے۔

[2] عبدالحمید فراہیؒ کے طریقہ تدریسِ صرف میں صرف مستعمل شکل کا وزن ہی سکھایا اور بتایا جاتا ہے۔

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

معروف کا صیغہ جمع متکلّم ہے [جو مذکر مونث دونوں کے لئے آتا ہے۔ گویا اس اقرار میں مرد و عورت دونوں شامل ہیں اگرچہ اردو میں ترجمہ جمع مذکر سے ہی کیا جاتا ہے]۔

اِسْتَعَان ..... یَسْتَعِیْنُ اِسْتِعَانَۃً (جس کی اصلی شکل اِسْتَعْوَنَ یَسْتَعْوِنُ اِسْتِعْوَانًا تھی) ہمیشہ فعل متعدی کی صورت میں آتا ہے اور اس کے معنی ہوتے ہیں : ..... سے مدد چاہنا، ..... مدد مانگنا، ..... سے اعانت طلب کرنا وغیرہ۔ اکثر تو یہ فعل بغیر صلہ کے (مفعول بنفسہٖ کے ساتھ) اور کبھی "باء" (بِ) کے صلہ کے ساتھ بھی آتا ہے۔ [یعنی "اِسْتَعَانَہٗ" اور "اِسْتَعَانَ بِہٖ" ہر دو کا مطلب ہے "اس نے اس سے مدد مانگی"]۔ قرآن کریم میں یہ فعل دونوں طرح (صلہ کے ساتھ اور اس کے بغیر بھی) استعمال ہوا ہے۔

اس مادہ (عون) کے استفعال کے علاوہ بعض دیگر مزید فیہ کے ابواب مثل اِفعال، اور تفاعل سے بھی مشتقات (افعال و اسماء) کے دس کے قریب صیغے قرآن کریم میں آئے ہیں۔

© rasailojaraid.c

۱:۴:۲ الاعراب

"ایاك نعبد وایاك نستعین"

[ایاك] ضمیر منصوب منفصل ہے جس کی نسب کی وجہ فعل (نعبد) کا مفعول بہ ہونا ہے [ضمائر میں ــــ اور "اِیّا" کے مقصور ہونے کی بناء پر اس میں بھی ــــ کوئی علامت اِعراب (رفع نصب جر) ظاہر نہیں ہوتی]۔ اور فعل سے مقدم ہونے کی بناء پر اس میں اختصاص اور حصر کے معنی پیدا ہو گئے ہیں یعنی "صرف تیری ہی" ــــ

[نعبد] فعل مضارع معروف کا صیغہ جمع متکلّم ہے۔ اسے صرفی نحوی اصطلاح میں "فعل مرفوع" بھی کہہ سکتے ہیں اور اس اعراب الفعل میں "رفع" کی علامت آخری "دال" کا ضمہ (ـُـ) ہے اور اس میں ضمیر فاعل "نَحْنُ" مستتر ہے۔

© rasailojaraid.c

[وَ] یہ واو عاطفہ بمعنی "اور" ہے۔ اس کے ذریعے اگلے جملے "ایاك نستعین" کو پہلے جملے "ایاك نعبد" پر عطف کیا گیا ہے یعنی دو جملوں کو اس حرفِ عطف ("و") کے ذریعے ملایا گیا ہے۔

[اِیَّاكَ] یہاں بھی (پہلے کی طرح) ضمیر منصوب منفصل ہے اور یہ بھی اپنے فعل (نستعین) کا مفعول بہ مقدم ہے۔ اور اس تقدیم کی وجہ سے اس میں بھی اختصاص اور حصر کے معنی پیدا ہو گئے ہیں یعنی "صرف تجھ سے ہی"

[نَسْتَعِیْنُ] بھی (نعبد کی طرح) فعل مضارع کا صیغہ جمع متکلم ہے اور یہ فعل مرفوع ہے جس کی علامتِ رفع آخری "ن" کا ضمہ (ـُـ) ہے اور اس میں بھی ضمیر فاعل "نحن" مستتر ہے۔

- چونکہ فعل مضارع کا ترجمہ فعل حال اور مستقبل دونوں کے ساتھ کیا جا سکتا ہے۔ اس لئے "نعبد" اور "نستعین" میں ایک "اقرار" بھی ہے اور ایک وعدہ یا عہد بھی۔ اگرچہ عام ترجمہ "حال" سے ہی کیا جاتا ہے۔ نیز جمع متکلم کے ان صیغوں کی ضمیر فاعل میں مرد اور عورت ہر دو شامل ہیں۔ اگرچہ عام طور ترجمہ صرف "مذکر" کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

۱:۴:۳ الرسم

[ایّاك] بالاتفاق اثبات الالف (بین الیاء والکاف) کے ساتھ لکھا جاتا ہے (بخلاف "خلقنٰك" وغیرہ کے)۔ اور اس کا ابتدائی "الف" ھمزۃ القطع ہے۔ اس لئے واو عاطفہ کے ساتھ بھی اپنا تلفظ برقرار رکھتا ہے۔ اور عام عربی املاء بھی "ایّاك" ہی ہے۔

[نعبد اور نستعین] کا رسم عثمانی بھی رسم املائی یا "معتاد" ہے یعنی عام عربی املاء کے قواعد کے مطابق ہی ہے۔

۱:۴:۴ الضبط

"ایاك نعبد وایاك نستعین"

© rasailojaraid.c

© rasailojaraid.c

اس میں ضبط کا اختلاف صرف دو لفظوں میں ہے :

(۱) " اِیَّاكَ " کے شروع والے ھمزۃ القطع پر علامتِ قطع ڈالنا یا نہ ڈالنا اور ڈالنے کی صورت میں اس کی وضع کا اختلاف عرب اور افریقی ملکوں میں یہ علامتِ قطع " ء " یا " E " یا " ہ " (زرد نقطہ) کی صورت میں " ا " کے مکسور ہونے کی بنا پر اس کے نیچے ڈالی جاتی ہے ۔ برصغیر ترکی اور ایران میں یہ علامت (قطع) نہیں ڈالی جاتی ۔

(۲) ● " نستعین " کی یاء پر علامتِ سکون صرف برصغیر میں ڈالتے ہیں ۔

● اور نستعین کے عین کے نیچے ہر جگہ علامتِ کسرہ (ـِ یا =) ڈالتے ہیں ، مگر ایران اور ترکی میں کھڑی زیر (ٖ) کی صورت میں لکھتے ہیں ۔

● افریقی ملکوں میں " نستعین " کے آخری " ن " پر نقطہ نہیں ڈالتے یا سرے پر ڈالتے ہیں ۔ مجموعی طور پر اختلافِ ضبط کی صورت یوں سامنے آتی ہے :

اِيَّاكَ ، اِيَّاكَ ، ءِيَّاكَ ، ہِيَّاكَ

نَسْتَعِيْنُ ، نَسْتَعِينُ ، نَسْتَعِينُ ، نَسْتَعِيںُ ، نَسْتَعِيںُ ۔

" نعبد " کے ضبط میں کوئی اختلاف نہیں ہے ۔

قرآن حکیم کی مقدس آیات اور احادیث نبوی آپ کی دینی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کے لیے اشاعت کی جاتی ہیں ۔ ان کا احترام آپ پر فرض ہے ۔ لہٰذا جن صفحات پر یہ آیات درج ہیں ان کو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں ۔

© rasailojaraid.com

خوشخبری

عالم اسلام کے عظیم محقق، اسلام کے عظیم مفکر اور مایہ ناز مصنف یگانۂ زمانہ
وعلامۂ دہر شیخ المفسرین والمحدثین استاذ العلماء حضرت
العلامہ شمس الحق افغانی نور اللہ مرقدہ

کی یاد میں

ماہنامہ النصیحۃ چارسدہ کی
شاندار اور یادگار **علامہ افغانی نمبر**
پیشکش

۱۵ اگست ۱۹۹۵ء کو منظر عام پر آرہا ہے۔

چند لکھنے والے

- شیخ الحدیث حضرت مولانا [illegible] اکوڑہ خٹک
- مولانا قاضی [illegible] حسین صاحب [illegible] چکوال
- [illegible]
- [illegible]
- شیخ الحدیث [illegible]
- مولانا [illegible]
- مولانا [illegible] گوجرانوالہ
- مولانا [illegible]
- مولانا [illegible] اکوڑہ خٹک
- مولانا [illegible] (انڈیا)

- مولانا انظر شاہ مسعودی (انڈیا)
- جسٹس مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ کراچی
- مولانا زاہد الحسینی صاحب مدظلہ دار الارشاد اٹک شہر
- شیخ الحدیث مولانا عبد القدیر صاحب مدظلہ راولپنڈی
- مولانا افضل الرحمان صاحب مدظلہ ڈیرہ اسمٰعیل خان
- مولانا مفتی محمد عیسیٰ صاحب مدظلہ گوجرانوالہ
- مولانا سعید الرحمان علوی لاہور
- مولانا مدرار اللہ مدرار مردان
- مولانا عبد الکریم صاحب مدظلہ کراچی

و دیگر اہل قلم حضرات کی نگارشات ملاحظہ کیجئے:

اشتہارات، مضامین اور خریداری کے لئے فوری رابطہ قائم کیجئے

مولانا محمد آیاز حقانی ناظم [illegible] افغانی نمبر ماہنامہ النصیحۃ چارسدہ دار العلوم اسلامیہ چارسدہ فون [illegible]